باسمہ تعالیٰ

جامعہ بیت العلم پھندیری سادات کا ترجمان

ماہنامہ

صدائے علم

ماہ جمادی الاول ۱۴۴۷ھ اکتوبر ۲۰۲۵

شمارہ دہم

جلد اول

نگراں

مولانا سید غلام رضا زیدی

ایڈیٹر

سید محسن رضا واسطی

جامعہ بیت العلم پھنڈیڑی سادات کا ترجمان

ماہ جمادی الثانی 1447 نومبر 2025

- فرست مضامین

- اداریہ 3
- امام زین العابدین (علیہ السلام) کی 34 سالہ امامت پر ایک نظر. 4
- ہندوستانی شیعہ علماء اور مراکز علمی وفرہنگی کی عظمت 7
- ✎ عالیجناب مولانا سید رضی حیدر پھنڈیڑوی 7
- نائبۃالزہرا حضرت زینب سلام اللہ علیہا 11
- ✎ عالی جناب مولانا سید حسین اختر رضوی اعظمی 11
- امام سجادؑ کی شخصیت علمائے اہل سنت کی نظر میں 15
- الہی امتحانات کا طریقہ 23
- ماہ جمادی الاول کے اعمال 27
- امیر المومنین حضرت علی المرتضی سلام اللہ علیہ کی مظلومیت 30
- ✎ عالی جناب مولانا ولایت اسماعیل کشمیری 30
- منقبت 32
- ✎ عالی جناب مولانا مرزا اظہر عباس سانکھنوی 32
- منقبت 34
- ✎ عالیجناب مولانا شہزاد زیدی نجفی [پھنڈیڑوی] 34

❖ نگراں مولانا سید غلام رضا زیدی

❖ ایڈیٹر سید محسن رضا واسطی

❖ جوائنٹ ایڈیٹر مرزا اظہر عباس

❖ معاونین

❖ مولانا شرر نقوی لکھنؤ

❖ مولانا عرفان علی سانکھنوی

❖ مولانا اسد رضا میر جریلی

❖ ڈاکٹر سید منہال رضا زیدی

❖ مولانا ذیشان حیدر سیتھل

❖ مولانا اکرم علی زیدی سیتھل

اداریہ

ولادت باسعادت امام زین العابدین علیہ السلام و حضرت بی بی زینب سلام اللہ علیہا

اللہ کی بے پناہ و عنایتوں اور فضل و کرم کا ایک درخشاں لمحہ وہ تھاجب عالم امکان میں امام زین العابدین علیہ السلام اور حضرت بی بی زینب سلام اللہ علیہا کی ولادت باسعادت ہوئے یہ وہ شخصیات ہیں جن کی زندگیوں نے نہ صرف اسلامی تاریخ بلکہ انسانیت کی تاریخ پر گہرے اثرات مرتب کیے ہیں

امام زین العابدین علیہ السلام، کی عبادت کا یہ عالم تھا کہ انھیں "سید الساجدین" یعنی سجدہ کرنے والوں (کی زینت) سردار کہا گیا۔امام زین العابدین علیہ السلام کی زندگی میں دکھوں اور کرب کا ایک سمندر تھا، لیکن ان کی رہنمائی اور صبر و سکون نے ایک ایسی عظمت کو جنم دیا جس کا کوئی جواب نہیں ہے

اسی طرح حضرت بی بی زینب سلام اللہ علیہا کا کردار بھی نہایت اہمیت کا حامل ہے۔کربلا کی خونچکاں جنگ میں اپنے بھائی امام حسین علیہ السلام کے ساتھ صبر واستقامت کی وہ مثال قائم کی جسے تاریخ ہمیشہ یاد رکھے گی۔ حضرت بی بی زینب کی جرات، عزم اور حوصلہ نے دکھایا کہ ایک مسلمان عورت نہ صرف اپنے دین کی حفاظت کر سکتی ہے بلکہ وہ حالات کا مقابلہ کرتے ہوئے اللہ کے راستے میں جان کی قربانی دینے کے لیے بھی تیار ہے۔

ان دونوں کی ولادت کی مناسبت پر ہمیں اپنی زندگیوں کا جائزہ لینا چاہیے اور یہ سوچنا چاہیے کہ ہم کس طرح ان کی تعلیمات کو اپنی روزمرہ زندگی میں عملی طور پر پیدہ کر سکتے ہیں۔امام زین العابدین علیہ السلام کی عبادت و تقویٰ اور حضرت بی بی زینب سلام اللہ علیہا کی شجاعت و حوصلے کو اپنی زندگی میں ایک رہنما اصول کے طور پر اپنانا ہم سب کے لیے ایک عظیم فریضہ ہے۔

خداوند عالم ہم سب کو ان کی ہدایات پر عمل کرنے کی توفیق دے اور ہمارے دلوں میں اہلبیت کی محبت اور ان کے راستے پر چلنے توفیق عطا فرمائیں

صدائے علم "کا مقصد صرف علم کی فراہمی نہیں ہے بلکہ اسے عملی زندگی میں بھی نافذ کرنے کی ترغیب دینا ہے، تاکہ ہر فرد اپنی زندگی میں بہترین زندگی گزار سکے۔

ماہنامہ صدائے علم کی پوری ٹیم و ادارہ جامعہ بیت العلم پھندیڑی سادات کی جانب سے امام زین العابدین علیہ السلام اور حضرت بی بی زینب سلام اللہ علیہا کی ولادت کی مناسبت پر دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

امام زین العابدین (علیہ السلام) کی 34 سالہ امامت پر ایک نظر

امام سجاد علی بن الحسین علیہ السلام) کے یوم شہادت پر پورا عالم اسلام گہرے سوگ اور غم میں ڈوبا ہوا ہے، یہ اس ہستی کی شہادت کا دن ہے جس نے واقعۂ کربلا کے بعد ظلم و ستم سے بھرے دور میں امامت کی بھاری ذمہ داری قبول کر لی؛ اور ایک منفرد طریقے سے تاریکیوں میں ہدایت کا چراغ روشن رکھا۔

"چیخوں کے بیچ خاموشی" یہ جملہ ان کی 34 سالہ امامت کے معمے کو بخوبی بیان کرتا ہے؛ وہ دور جس میں حضرت زین العابدین (علیہ السلام) نے نئے ذرائع اور وسائل سے عاشورا کی تحریک کو زندہ رکھا، اور اسلام و تشیّع اور تشیع کی بنیادوں کو مستحکم کیا۔

10 محرم (عاشورا) سنہ 61 ہجری کو کربلا کا میدان صرف قتل گاہ نہیں تھا، بلکہ بے انتہا مظلومیت کا منظر اور آنے والوں کے لئے ایک الٰہی آزمائش بن گیا۔

امام سجاد (علیہ السلام) اس روز اگرچہ بیماری کی حالت میں تھے اور اپنے والد کی فوج کے ساتھ شامل ہونے سے قاصر تھے، لیکن آپ نے حقیقت کی بیدار آنکھیں تمام واقعات پر کھول دیں۔

آپ اس سانحے کے گواہ تھے، اپنے والد کے بے سر جسم سے لے کر خیموں میں یزیدیوں کی لگائی ہوئی آگ اور پھوپھی زینب کے آنسوؤں اور اسیری کے راستے میں بکھرے ہوئے کانٹوں تک۔

اس گہرے تجربے نے آپ کی روح کو جلا بخشی اور انہیں امامت کی بھاری ذمہ داری سنبھالنے کے لئے تیار کیا۔ چنانچہ عاشورا کے بعد امامت آپ کے سپرد ہوئی؛ جبکہ یزیدیوں نے کربلا میں موجود تمام ہاشمی مردوں کو شہید کر دیا تھا اور آپ واحد ہاشمی مرد تھے جو بقید حیات تھے۔ یزیدی لشکر آپ کی گردن میں زنجیر ڈال کر اسیروں کے قافلے کے ساتھ شام لے گیا۔

یہ دور، ظاہری طور پر سرکاری جبر اور اہل حق کی مظلومیت کے عروج کا دور تھا لیکن ساتھ ہی یہ حق و عدل کے لئے آواز بلند کرنے کا نقطۂ آغاز بھی تھا اور اسی نقطے پر ہی آپ کی آواز تاریخ کی بلندیوں پر گونج اٹھی۔ دربار یزید میں آپ کے زبردست خطاب نے تحریک حسینی کو ہمیشہ کے لئے زندہ جاوید کر دیا۔ اور حق طلبی کی روح کو دلوں میں زندہ رکھا۔ آپ نے بے مثال ہمت اور فصاحت کے ساتھ اپنا تعارف کرایا، اور یزید کو۔ جو طاقت اور غرور کے نشے سے سرشار تھا۔ رسوا کر دیا۔

یہ ایک مظلومانہ امامت کا آغاز تھا جو 34 سال تک قائم رہی، جس کے ہر لمحے میں امام نے الٰہی حکمت و دانائی کے ساتھ کربلا کے مشن کو آگے بڑھایا۔

اگر امام حسین (علیہ السلام) خون اور قیام کے امام تھے، تو امام سجاد (علیہ السلام) آنسوؤں اور دعا کے امام تھے۔ آپ نے شدید دباؤ اور گھٹن کے دشوار دور میں اپنی عبادتوں کے ذریعے توحید اور ہدایت کی آواز بلند کی۔

روحانی جدوجہد کی یہ روش حکمرانوں کے خوف سے نہیں بلکہ الٰہی حکمت جنم لیتی تھی؛ کیونکہ اس وقت کا معاشرہ جہالت اور برائیوں کے اندھیرے تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا، اور خالص اسلامی تعلیمات سے دور ہو چکا تھا۔

امام سجاد (علیہ السلام) نے اس روش سے روحوں کی پاکیزگی، فکری تجدید (یا فکری تعمیر نو)، اور شیعہ مکتب کے پیروکاروں کے لئے مضبوط روحانی بنیاد رکھنے کے لئے کوشاں تھے۔

صحیفۂ سجادیہ ایک الٰہی خزانہ اور آپ کی دعاؤں کا مجموعہ ہے، جس کو بجا طور پر "زبور آل محمد (ص)" کا عنوان دیا گیا ہے۔ یہ قیمتی ورثہ، راز و نیاز، اخلاق، عرفان اور حتی کہ سیاست پر مشتمل ہے۔ ان دعاؤں میں توحید، معرفت، معاشرت اور حقوق کے گہرے معارف سمیٹ لئے گئے ہیں۔

آپ کو کثرت عبادت کی وجہ سے "زین العابدین" کا لقب ملا لیکن یہ لقب (عبادت کرنے والوں کی زینت) محض امام کا ایک رسمی نام نہیں بلکہ یہ آپ کی سیرت اور زندگی کا آئینہ دار ہے۔ راتوں کے اندھیرے میں عبادت، طویل سجدے اور ہر حال میں دعا، اس مظلوم امام کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کی پیشانی پر، کثرت سجدہ سے، گُٹا پڑ گیا تھا جو خالق کائنات کے سامنے بے پناہ خضوع و انکسار کی علامت تھا۔

آپ ایسی ہستی تھے جو زمانے کے دکھوں کو ذکرِ الٰہی سے تسکین دیتے تھے، اور حتی کہ شدید تنہائی میں بھی اپنے رب سے اپنا تعلق منقطع نہ ہونے دیتے تھے۔ خالق کے ساتھ یہ گہرا تعلق ہی آپ کی قوت اور مصیبتوں میں سکون کا بنیادی سرچشمہ تھا۔

مروی ہے کہ آپ وضو کے پاس جاتے تو آپ کا جسم کانپنے لگتا تھا اور چہرہ متغیر ہو جاتا۔ جب آپ سے اس کیفیت کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا: "کیا تم جانتے ہو میں کس کے سامنے کھڑا ہونے جا رہا ہوں؟"

یہ روحانی عظمت اور مقامِ بندگی کی گہری سمجھ بوجھ ہی طوفانوں میں آپ کے سکون کا راز تھی۔ امویوں کی تشدد آمیز اور گمراہ حکمرانی کے دور میں امام سجاد (علیہ السلام) نے نہ صرف دعاؤں کے ذریعے اپنا مشن آگے بڑھایا، بلکہ ابو حمزہ ثمالی، ابو خالد کابلی، یحییٰ بن ام الطویل، محمد بن جبیر بن مطعم، سعید بن مسیب مخزومی، عامر بن واثلہ کنانی (ابا الطفیل)، سعید بن جبیر کوفی اور جبیر بن مطعم جیسے ممتاز شاگردوں کی تربیت کر کے تشیّع کی علمی و فکری تحریک کی بنیاد رکھی۔ آپ کے یہ شاگرد اہل بیت (علیہم السلام) کے علم و معرفت کے مبلغ و مروج بنے، اور امام کے فکری ورثے کو اگلی نسلوں تک پہنچایا۔

امام سجاد (علیہ السلام) نے خاموش مجاہدت کے ان برسوں میں راتوں کی عبادت اور دنوں کو مفکرین کی ایک نسل کی تربیت کے بعد، بالآخر 95 ہجری میں مدینہ میں اموی بادشاہ عبدالملک بن مروان کے گماشتوں کے ہاتھوں مسموم ہو کر جام شہادت نوش کیا۔

اہل بیت (علیہ السلام) کے دشمن آپ کی خاموشی اور عبادت اور درگاہ پروردگار میں آپ کے راز و نیاز کو بھی برداشت نہ کر سکے، کیونکہ اور امام کے روحانی اثر ورسوخ سے خوفزدہ تھے اور یہ بھی جان گئے تھے کہ آپ نے اپنی دانائی سے یزید بن معاویہ کے مشن کو مکمل طور پر ناکام بنادیا ہے۔

شیعیان اہل بیت (ع) کے چوتھے امام کا پیکر مبارک جنت البقیع میں مدفون ہے؛ امام حسن مجتبیٰ، امام محمد باقر اور امام جعفر صادق (علیہم السلام) کے پہلو میں۔

آپ کا مقام تدفین کسی وقت عظیم الشان گنبد اور روشن زیارت گاہ ہوا کرتا تھا، مگر آج وہ صرف مٹی کا ایک ڈھیر ہے، بے نشان، بے چراغ اور مظلوم۔

بقیع کی تنہائی ائمۂ شیعہ (علیہم السلام) کی تنہائی کا مظہر ہے۔ آج یہ وہ مقام ہے جس کی زیارت نہ صرف خواتین کے لئے ممنوع ہے، بلکہ مردوں کو بھی محدود گھڑیوں میں، بہت سختی سے، حاضری دینے کی اجازت ہے۔

امام سجاد (علیہ السلام) نے ہمیں سکھایا کہ مشکل ترین حالات میں بھی دعا کے ذریعے بات کی جاسکتی ہے اور ایمان کو زندہ رکھا جاسکتا ہے۔

آپ نے بغیر تلوار اٹھائے استقامت کا درس دیا، سپاہ ولشکر کے بغیر جدوجہد کی، اور اشک آلود لفظوں سے جہاد کیا۔

آج صحیفۂ سجادیہ نہ صرف عرفانی خلوتوں کی کتاب ہے، بلکہ اس شوریدہ دور اور جدید دور کی جاہلیت کے اندھیروں میں زندگی گذارنے کے لئے چراغ راہنما کی حیثیت رکھتا ہے۔

ہندوستانی شیعہ علماء اور مراکز علمی وفرہنگی کی عظمت

عالیجناب مولانا سید رضی حیدر پھندیڑوی

برصغیر کی سرزمین صدیوں تک علومِ اہل بیتؑ کے فروغ کا ایک روشن اور تابناک مرکز رہی ہے۔ اس خطے میں ایسے جلیل القدر علما پیدا ہوئے جنہوں نے فقہ، اصول، تفسیر، حدیث، منطق، فلسفہ اور دیگر اسلامی علوم میں گراں قدر خدمات انجام دیں۔ ان علما کی علمی عظمت کا ایک نمایاں ثبوت وہ تاریخی واقعہ ہے جب آیت اللہ العظمیٰ مرعشی نجفیؒ کو ہندوستان کے اکابر علما نے اجازۂ اجتہاد اور نقلِ روایت سے سرفراز فرمایا۔ ان بزرگانِ دین میں علامہ راحت حسین گوپالپوریؒ، نجم الملّتؒ علامہ نجم الحسن لکھنویؒ اور علامہ علی نقی نقوی جیسے ممتاز علما شامل تھے۔ یہ حقیقت اس بات کا ناقابلِ تردید ثبوت ہے کہ اُس زمانے میں حوزۂ ہند علمی حیثیت سے نجف جیسے عالمی مرکز کے ہم پلہ تھا۔

یہ علمی عظمت کسی ایک فرد یا دور کی کوشش کا نتیجہ نہیں تھی بلکہ اس کے پیچھے ایک مربوط، منظّم اور فعال تعلیمی نظام کارفرما تھا۔ ہندوستان کے مختلف خطوں میں قائم شیعہ دینی مدارس نے نسل در نسل علما کی تربیت کی اور انہیں علومِ اسلامی کے زیور سے آراستہ کیا۔ لکھنؤ، فیض آباد، بنارس، جونپور، امروہہ، پٹنہ، میرٹھ، رامپور، نوگاواں، مبارکپور، حیدرآباد، کرگل اور کشمیر کے علمی مراکز اس نظام کی بنیادیں سمجھے جاتے تھے۔ ان مقامات پر موجود مدارس، مثلاً مدرسۃ الواعظین، مدرسہ سلطان المدارس اور مدرسہ ناظمیہ (لکھنؤ)، وثیقہ عربی کالج (فیض آباد)، جامع العلوم جوادیہ اور مدرسہ ایمانیہ (بنارس)، باب العلم (مبارکپور، نوگاواں اور بڈگام کشمیر)، مدرسہ سلیمانیہ (پٹنہ)، مدرسہ ناصریہ (جونپور)، منصبیہ عربی کالج (میرٹھ)، مدرسہ عالیہ جعفریہ (نوگاواں)، سید المدارس، نورالمدارس (امروہہ)، مدرسہ عالیہ (رامپور) اور حوزہ علمیہ اثنا عشریہ (کرگل) نے علمی زندگی کو استحکام عطا کیا۔ یہی ادارے تھے جنہوں نے ہندوستان کو صاحبِ اجتہاد فقہا، بصیرت مند مفسرین، اور روایت شناس محدثین دیے۔

ان مدارس کے فیض یافتہ علما نے فقہ و اصول، تفسیر و حدیث، کلام و عقائد، اور منطق و فلسفہ جیسے دقیق علمی میدانوں میں گراں قدر خدمات انجام دیں۔ انہوں نے نہ صرف بلند پایہ کتب، رسائل اور تفاسیر تحریر کیں بلکہ امت کو فکری و دینی رہنمائی بھی فراہم کی۔ یہ وہ دور تھا جب برصغیر کے علما کی آواز نجف، قم، تہران اور قاہرہ جیسے علمی مراکز میں سنی جاتی تھی اور ان کی علمی آرا کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔

ان مدارس میں حوزہ علمیہ لکھنؤ کو شبہ قارۂ ہند میں ایک ممتاز مقام حاصل تھا۔ حوزہ لکھنؤ نہ صرف ملک بھر کے طلاب کے لیے مرکزِ علم تھا بلکہ بیرونِ ملک سے بھی تشنگانِ علم یہاں کھنچے چلے آتے تھے۔ خصوصاً مدرسۃالواعظین ایک ایسا ادارہ تھا جہاں نہ صرف ہندوستان کے مختلف شہروں سے فاضل طلبہ نے داخلہ لیا بلکہ مصر، افریقہ، عراق (نجف اشرف) اور ایران (تہران) جیسے ممالک سے بھی تشنگانِ علم نے آکر اساتذۂ مدرسہ سے کسبِ فیض کیا۔ اس علمی مرکز سے وہ عظیم علما وابستہ رہے جنہوں نے اجتہاد کے اعلیٰ مقام پر پہنچ کر حوزۂ ہند کا نام روشن کیا۔ ان میں آیت اللہ جواد نجفی، آیت اللہ سید قمی اور آیت اللہ شیخ محمد عباس اسلامی تہرانی کے نام نمایاں ہیں۔ مدرسۃالواعظین نے صرف مجتہدین ہی نہیں بلکہ درجنوں ایسے واعظین و مبلغین بھی تیار کیے جنہوں نے دنیا کے مختلف گوشوں میں جاکر دین کی تبلیغ کی اور اپنے ادارے کا نام سربلند کیا۔

مگر افسوس کہ وقت کے ساتھ ساتھ یہ درخشاں روایت زوال کا شکار ہوئی۔ سیاسی تبدیلیاں، سماجی تغیرات، تقسیمِ ہند کے بعد پیدا ہونے والا تعلیمی خلا، مالی وسائل کی قلّت اور دینی علوم سے نئی نسل کی دوری جیسے اسباب نے اس علمی مرکز کو آہستہ آہستہ کمزور کر دیا۔ وہ مدارس جو کبھی علم واجتہاد کے روشن چراغ تھے، وقت کی گرد میں مدھم ہوتے گئے۔

آج اس علمی میراث کی حفاظت اور احیاء وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ اگر ہم ان ہی قدیم مدارس کو جدید فکر، تحقیق اور منصوبہ بندی کے ساتھ زندہ کریں، دینی تعلیم کو معاصر تقاضوں سے ہم آہنگ کریں اور نئی نسل کو اس عظیم روایت سے جوڑنے کی سنجیدہ کوشش کریں تو حوزۂ ہند ایک بار پھر علم واجتہاد کی قیادت کا اہل بن سکتا ہے۔ یہی ہمارے ماضی کی شناخت ہے اور یہی ہمارے دینی وفکری مستقبل کی ضمانت بھی۔

اس سرزمین میں کثیر تعداد میں علما وفقہا پیدا ہوئے اور مسند اجتہاد پر خدمت خلق انجام دی ہم ان میں سے چند صاحبان رسالہ کے نام ذیل میں ذکر کر رہے ہیں تاکہ اس سرزمین کی علمی عظمت کا اندازہ ہو سکے: علامہ سید دلدار علی نقوی "غفران مآب، علامہ سید محمد قلی موسویؒ، آیت اللہ سید محمد عباس لکھنویؒ، آیت اللہ سید علی نقی نقوی، علامہ نجم الحسن لکھنویؒ، علامہ سید راحت حسین گوپالپوریؒ، آیت اللہ سید محمد نقویؒ، ناصرالملت علامہ ناصر حسین موسوی، علامہ امجد علی الہ آبادی، علامہ یوسف حسین امروہوی وغیرہ

مدارس اور بدلتے اقدار

ایک زمانہ تھا جب مدارس، طلبہ سے آباد تھے۔ اساتذہ بھی دلجمعی اور اخلاص کے ساتھ اپنے شاگردوں کی علمی واخلاقی تربیت میں مصروف عمل تھے۔ ہندوستان کی سرزمین علمی لحاظ سے زرخیز تھی اور نظامِ تعلیم میں بھی قابلِ ذکر تبدیلی تھی۔ اُس دور

میں اردو اور فارسی کی تعلیم، شرافت اور ذوقِ سلیم کی علامت سمجھی جاتی تھی۔ مدارس میں تعلیم حاصل کرنے والے ہی اکثر حکیم اور طبیب کہلاتے تھے کیونکہ نصاب میں طب (علمِ دوا و درماں) کا ایک مستقل حصہ شامل ہوتا تھا جسے سیکھ کر طلبہ روزگار حاصل کرتے اور خدمتِ خلق انجام دیتے۔

اس وقت حکومت اور دیگر اداروں کی سرکاری زبان بھی فارسی اور عربی تھی جیسا کہ پرانے سرکاری کاغذات اور دستاویزات سے ظاہر ہوتا ہے۔ مدارس اگرچہ عظیم الشان عمارتوں پر مشتمل ہوتے لیکن مالی تنگی کی شکایت ان کا مستقل مسئلہ تھی۔ وقت کا پہیہ چلتا رہا زمانہ بدلتا گیا۔ دفاتر کی زبان رفتہ رفتہ انگریزی ہو گئی عربی اور فارسی کی اہمیت کم ہوتی چلی گئی اور طبیہ کالجوں میں بھی انگریزی تعلیم غالب آ گئی۔ اردو، فارسی زبانوں کے ماہرین بے روزگار ہونے لگے۔ مگر افسوس، مدارس کے ذمہ داران اور منتظمین نے اس بدلتے منظر نامے کو نہ سمجھا، نہ اس پر توجہ دی۔ ان کی غفلت اور بے شعوری نے قوم کو علمی، فکری اور اقتصادی اعتبار سے شدید نقصان پہنچایا۔

مدارس کے فارغ التحصیل افراد نے معاشی مجبوری کے تحت تبلیغ کو ذریعہ معاش بنا لیا جس کا اثر یہ ہوا کہ نہ صرف قوم بلکہ دین و دینداری بھی زوال پذیر ہونے لگے اور دین سستا، دنیا مہنگی بکنے لگی۔ علماء نے اس صورتحال کا ادراک نہیں کیا اور بصیرت سے کام لینے کے بجائے خاموشی اختیار کیے رکھی۔

آج زندگی کے اقدار یکسر بدل چکے ہیں۔ صرف دین سے بے رغبتی ہی نہیں بلکہ اردو، فارسی اور عربی زبانوں کو بھی غیر ضروری اور "غیر مفید" سمجھا جانے لگا ہے۔ بیشتر ذہنوں میں دینی تعلیم کو فقر و تنگدستی کا باعث تصور کیا جا رہا ہے۔ مدارس کے نصاب میں ویرانی چھا چکی ہے اور جو کچھ باقی بھی تھا وہ بھی زمانے کی سازشوں کی نذر ہو چکا ہے۔ اب طلبہ تلاش کرنے سے بھی نہیں ملتے۔

آخر یہ صورت حال کیوں پیدا ہوئی؟ خود مدارس کے طلبہ نے حالات کو محسوس کیا اور عصری تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے۔ انہوں نے یونیورسٹیوں اور کالجوں میں داخلہ لے کر جدید علوم حاصل کرنا چاہے لیکن یا تو اپنی زبان میں اپنی سوچ و فکر بیان نہ کر سکے یا مدارس کے ذمہ داران اس تبدیلی کو سمجھ نہ سکے۔ مسئلہ کو سمجھنے کے بجائے ان کی طرف سے سخت رویہ اختیار کیا گیا۔ اگر کسی طالب علم نے یونیورسٹی میں داخلہ لیا اور یہ بات مدرسہ کے منتظمین کو معلوم ہو گئی تو اسے مدرسے سے خارج کر دیا جاتا یا ایسی سزا دی جاتی کہ باقی طلبہ اس راستے کی طرف سوچنے سے بھی ہچکچائیں۔ مگر اس وقت مسئلہ بر عکس ہو چکا ہے مدارس میں طلاب نہیں ہیں اور اگر کوئی طالب ہے بھی تو مدیران مدارس کی نگاہ میں اس کا رہنا ہی ان کے لئے نعمت ہے باقی درس و تعلیم پر زور دینے سے ڈرتے ہیں کہ کہیں چلا نہ جائے۔

چنانچہ مدرس میں طلاب کی موجودگی کا فقط ایک راستہ ہے اور وہ ہے تعلیمی نصاب اور نظام دونوں میں تبدیلی اور ان زبانوں پر کام جس زبان والے کو روزگار فراہم ہو رہا ہے نیز ساتھ میں ہائی اسکول، انٹر، اور بی اے الی الخ جیسی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھنا ہوگا۔

یہ باتیں ہمیں اس وقت تک سمجھ میں نہیں آئیں گی جب تک ہم دوسری اقوام اور مذاہب جیسے سکھ، جین اور مسلمان وغیرہ کو نہیں دیکھیں گے اہلسنت کے مدارس میں بہت تبدیلی آئی ہے سنی مدرسہ کا طالب علم روزگار اور عصری تعلیم سے دور نہیں ہے وہ طالب علم ہوئی جہاز بھی اڑا رہے ہیں دانشگاہوں میں پروفیسر بھی ہیں اور انجینئر وڈاکٹر جیسے شعبوں میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اگر ہم ایک ایک کو یہاں بیان کریں تو مفصل کتاب کی شکل اختیار کر لے گی۔

اہلسنت کے مدارس کے ساتھ وہ خود بھی تعلیمی میدان میں بہت آگے ہیں انہوں نے ہر شہر میں ایک دانشگاہ، کالج، اسکول اور مدرسہ بنایا ہے۔ وہ لوگ زندگی کے ہر شعبہ میں موجود ہیں اور ہم کہیں نہیں ہیں سوائے عزاداری اور آپسی اختلافات کے۔

امامبارگاہیں :

اگر ہم اپنی امامبارگاہوں کی بات کریں تو ہر شہر، ہر محلّہ اور ہر دیہات میں موجود ہیں۔ ماضی میں بادشاہوں اور ثروتمندوں نے امامبارگائیں اور شبیہ کربلائیں پوری شان و شوکت سے بنوئیں جن میں آصفی امامبارگاہ لکھنؤ یا وہاں کے دیگر مقامات، یا بنگال کی سرحد پر مرشدآباد کا امامبارگاہ ہو یا حیدرآباد کے عاشورخانے یہ سب ایام عزا میں عزاداری کے لئے استعمال ہوتے ہیں باقی ان کا کوئی مصرف شیعہ قوم کے لئے نہیں ہے۔ امامبارگاہوں کا مصرف ہو سکتا ہے جیسا کہ سکھ برادری گرودوارہ میں اسکول اور ایک ہاسپیٹل بناتے ہیں اور وہاں سے انسانیت کی خدمت کرتے ہیں مگر ہمارے یہاں ایسا نہیں ہے کیونکہ علمائے کرام نے تعلیم اور صحت کو دین کا حصہ نہیں بتایا جس کی وجہ سے قوم بھی متوجہ نہیں ہے۔

ہندوستانی شیعہ قوم کو توجہ دلانے کی ضرورت ہے باقی کسی چیز کی ضرورت نہیں یہ خود اپنے آپ سے حل کر لیں گے جس طرح حضرت فاطمہ زہرا کی شہادت پر ایک دن عزاداری ہوتی تھی مگر آیات کرام نے ایام فاطمی فرہنگ پر کام کیا تو ایک ماہ سے زیادہ کروڑوں روپیہ خرچ کر ہونے لگا یہ سب پیسہ مؤمنین اپنے پاس سے خرچ کرتے ہیں۔ چنانچہ ایام فاطمی فرہنگ کی گسترش سے سمجھ میں آتا ہے کہ علماء وآیات کرام بھی تعلیمی اور اقتصادی جیسے عظیم کارنامے کو بغیر کسی پیسے کے ان ہی امامبارگاہوں اور مدارس سے گسترش دے سکتے ہیں۔ اللہ کی بارگاہ میں دعا ہے پالنے والے ہم سب کو علم جیسی دولت عطاء فرما آمین والحمد للہ رب العالمین۔

نائبۃ الزہرا حضرت زینب سلام اللہ علیہا

عالی جناب مولانا سید حسین اختر رضوی اعظمی

سحر عالمی نیٹ ورک تہران، ایران

جب ہم شہزادی صبر و وفا حضرت زینب کبری سلام اللہ علیہا کی حیات طیبہ پر نظر ڈالتے ہیں تو شہزادی زینب سلام اللہ علیہا ایک فرد نہیں بلکہ اپنے مقدس وجود میں ایک عظیم کائنات سمیٹے ہوئے ہیں، ایک ایسی عظیم کائنات جس میں عقل و شعور کی شمعیں اپنی مقدس کرنوں سے کاشانہ انسانیت کے در و بام کو روشن کئے ہوئے ہیں اور جس کے مینار عظمت پر کردار سازی کا ایسا پرچم لہراتا ہوا نظر آتا ہے کہ شہزادی کو فہ حضرت زینب کبری سلام اللہ علیہا کے مقدس وجود میں دنیائے بشریت کی وہ تمام عظمتیں اور پاکیزہ رفعتیں سمٹ کر ایک مشعل راہ بن جاتیں ہیں۔

فضیلتوں اور کرامتوں سے معمور گھر میں حضرت رسول اسلام اور علی و فاطمہ علیہم السلام کی مانند عظیم ہستیوں کے دامن میں زندگی بسر کرنے والی حضرت زینب سلام اللہ علیہا کا وجود تاریخ بشریت کا ایک غیر معمولی کردار بن گیا ہے کیونکہ امام کے الفاظ میں اس عالمہ غیر معلّمہ اور فہیمہ غیر مفہمہ نے اپنے بے مثل ہوش و ذکاوت سے کام لے کر عصمتی ماحول سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور الہی علوم و معارف کے آفتاب و ماہتاب سے علم و معرفت کی کرنیں سمیٹ کر خود اخلاق و کمالات بکھیرتا چراغ بن گئیں۔

حضرت زینب کبری سلام اللہ علیہا مولائے متقیان حضرت علی علیہ السلام اور خاتون جنت حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی بیٹی اور تاجدار انبیاء پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نواسی ہیں، آپ پانچ جمادی الاول سن پانچ ہجری قمری کو پیدا مدینہ منورہ میں ہوئیں۔ لغت میں اس خوبصورت نام کے معنی " باپ کی زینت " یا خوشنما اور معطر درخت کے ہیں جسے وحی الہی کے فرشتے جبرئیل امین کے ذریعے خداوند عالم نے اپنے حبیب خاص پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجا تھا اور آپ نے اس نو مولود بیٹی کا نام " زینب " رکھا اور ان کی عظمت و منزلت کو حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کی طرح بیان کیا اور اپنے چاہنے والوں سے مطالبہ کیا کہ اس عظیم المرتبت نو مولود کے فضائل و کمالات سے لوگوں کو آگاہ کریں۔ آپ کے مشہور القابات میں سے ام المصائب، ام الرزایا ا، ام النوائب، عقیلہ بنی ہاشم، عقیلہ طالبین، عالمہ

، موثقه، عارفه، محدثه ، فاضله ، کامله، زاهده ، شریکة الحسین، نائبة الزهرا، نائبة الحسین، صدیقه صغری اور شریکة الشهداء ذکر ہوا ہے۔(1)

حضرت زینب سلام اللہ علیہا کی مصائب وآلام سے سرشار زندگی پانچ برس کی عمر میں جدامجد حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی رحلت سے شروع ہوئی اور اسی سال مادر گرامی حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی شہادت عظمی اور سن چالیس ہجری قمری میں والدماجد حضرت علی علیہ السلام کی ابن ملجم ملعون کی ضربت کی وجہ سے شہادت اور سنہ پچاس ہجری قمری میں برادربزرگ امام حسن مجتبی علیہ السلام کی زہر دغا سے شہادت اور تمام غموں سے بڑھ کر روز عاشورہ حضرت امام حسین علیہ السلام اور اہل خاندان خصوصا دو بچوں کی شہادت سے غم والم کا یہ سلسلہ جاری رہا اور عصر عاشورہ کے بعد اہل بیت پیغمبر کے خاندان کی کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام تک کی اسیری پر یہ سلسلہ غم اپنے عروج پر پہنچ گیا۔

حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے سترہویں برس میں قدم رکھا تھا کہ آپ کی شادی آپ کے چچازاد بھائی حضرت عبداللہ بن جعفر طیار سے ہوگئی معتبر تاریخ کے مطابق آپ کے دونوں بیٹے عون اور محمد نے کربلا کے میدان میں اپنے ماموں حضرت امام حسین علیہ السلام کی رکاب میں جام شہادت نوش کیا۔(2)

حضرت زینب سلام اللہ علیہا تمام فضائل و کمالات کا مظہر اور عظیم و بے مثال شخصیت تھیں اور تاریخ اسلام کے افق پر آپ سورج کی طرح درخشاں ہیں۔آپ کی علمی جلالت و منزلت کے لئے یہی جملے کافی ہیں کہ آپ نے اپنے نانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور والدین حضرت علی علیہ السلام اور حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے حدیثیں نقل کی ہیں (حضوصا حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا مشہور و معروف خطبہ فدک) اسی طرح سے آپ نے مدینہ منورہ میں اپنے قیام کے دوران تفسیر قرآن کریم کے دروس تقاریر اور موعظہ و نصیحت کی طرف اشارہ کیا جاسکتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ آپ کو عالمہ کہ جس نے اپنے نانا اور والدماجد اور مادر گرامی کے علاوہ کسی سے درس حاصل نہیں کیا گیا یعنی عالم غیر معلّمہ اور ثانی زہرا جیسے القابات سے نوازا گیا۔ (3)

منابع تاریخی میں آپ کو تقریر اور فصاحت و بلاغت کلام میں بے نظیر و بے مثال خطیب کہا گیا ہے چنانچہ مورخین نے واقعہ کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپ کے باوفا جانثاروں کی شہادت کے بعد ابن زیاد ملعون کے دربار میں آپ کے شعلہ بیان خطبے کو حضرت علی علیہ السلام کے خطبوں سے تشبیہ دی گئی ہے جو بنی امیہ کی ذلت ورسوائی اور کوفیوں کے مزاج

میں تبدیلی کا باعث اور حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپ کے باوفا ساتھیوں کی شہادت کے بعد شرمندگی و پشیمانی کا سبب بنا۔(4)

اسی طرح سے کربلا کی اس شیر دل خاتون کے شام کے دارالخلافت یعنی یزید اور دربار یزید میں خاندان پیغمبر سے بھرے ہوئے دشمنوں کے درمیان آپ کے شعلہ بیاں خطبوں نے دربار یزید کو لرزہ براندام کردیا جس نے یزید کو مجبور کردیا اور اس نے حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپ کے باوفا ساتھیوں کے قتل کا الزام ابن زیاد کے سر ڈال دیا اور حکومت بنی امیہ کے خلاف عوام کی شورش کے خوف سے اسیران اہل بیت علیہم السلام کے ساتھ الفت و محبت سے پیش آنے کا ارادہ کرلیا اور ظاہری احترام واکرام سے انہیں آزاد کر کے مدینہ منورہ بھیجنے کا ارادہ کیا۔(5)

حضرت زینب سلام اللہ علیہا راز و نیاز اور عبادت پروردگار میں اس قدر مصروف رہا کرتی تھیں کہ آپ کو عارفہ اور عابدہ جیسے القابات سے نوازا گیا۔ تاریخ مقتل میں آیا ہے کہ جب روز عاشورہ حضرت امام حسین علیہ السلام رخصت آخر کے لئے خیمہ میں تشریف لائے تو حضرت زینب سلام اللہ علیہا سے فرمایا: اے میری بہن مجھے نماز شب میں فراموش نہ کرنا اس کے بعد حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اور پورے خاندان کی ذمہ داری آپ کے سپرد کی۔(6)

حضرت زینب سلام اللہ علیہا مقام صبر و استقامت اور مصائب و آلام کے مقابلے میں ارادہ الٰہی کے سامنے ایک مستحکم و مضبوط پہاڑ کی طرح ثابت قدم رہیں چنانچہ جب یزید ملعون نے آپ کو طعنہ دیا تو آپ نے اپنے ایمان و صبر کو صرف ایک جملے میں سمیٹتے ہوئے فرمایا: "ہم نے اچھائیوں کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا"۔

المختصر یہ کہ شریک کار حسینی، ثانی زہرا، ام المصائب حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے پوری زندگی صبر و شجاعت، استقامت اور جہاد فی سبیل اللہ کرتے ہوئے پندرہ رجب سن باسٹھ ہجری قمری کو عالم غربت میں شہر پیغمبر یعنی مدینہ منورہ سے باہر داعی اجل کو لبیک کہا اور جوار الٰہی میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محو آرام ہو گئیں آپ کی قبر مطہر دمشق میں مرجع خلائق بنی ہوئی ہے۔ (7)

ہمیں امید ہے کہ انشاء اللہ تمام خواتین بالخصوص اسلامی معاشرے کی لڑکیوں کے لئے یہ عظیم مختصر سا مقالہ نہایت ہی مفید و موثر واقع ہو گا اور کربلا کی شر دل خاتون کی زندگی کے پاکیزہ نقوش سے درس حاصل کر کے اپنی زندگی کو آراستہ اور اپنے ایمان کو جلا بخشیں گی کیونکہ آپ کی زندگی ہم سب کے لئے بہترین اسوہ و نمونہ ہے۔

منابع

(1)وفیات الائمہ ج 1 منقول از رسالہ زینبیہ جلال الدین سیوطی ص 427 زنان مرد آفرین تاریخ ص 125 زنان عاشورائی ص 27 ریاحین الشریعہ ج 5 ص 46 محدثات الشیعہ ص 193 خصائص زینبیہ ص 67 حضرت زینب الکبری ص 22 جایگاہ بانوان در اسلام ص 274

(2)زنان مرد آفرین تاریخ ص 125 فرہنگ عاشورا ص 193 مادران آسمانی ص 334 نقش زنان در حماسہ عاشورا ص 182 جایگاہ بانوان در اسلام ص 275

(3) تاریخ مدینہ دمشق ج 69 ص 174 نقش زنان در حماسہ عاشورہ ص 160 خصائص زینبیہ ص 67 بحار الانوار ج 46 ص 164 مقاتل الطالبین ص 64 سفینۃ البحار ج 1 ص 558 بطلہ کربلا ص 41 کمال الدین و تمام النعمۃ ج 2 ص 750 حضرت زینب الکبری ص 57 من لایحضرہ الفقیہ ج 3 ص 567 علل الشرائع ج 1 ص 248 وسائل الشیعہ ج 1 ص 22 السقیفہ والفدک ص 100 مادران آسمانی ص 332 جایگاہ بانوان در اسلام ص 275

(4)اعلام النساء فی عالمی العرب والاسلام، ج 2 ص 91 زنان عاشورائی ص 30 اعیان الشیعہ ج 7 ص 137 بلاغات النساء ص 21 مادران آسمانی ص 335 جایگاہ بانوان در اسلام ص 276

(5)زنان مرد آفرین تاریخ ص 128 مقتل الحسین مقرم، ص 384 و 449 تاریخ طبری ج 6 ص 266 مادران آسمانی ص 335 زنان عاشورائی ص 161 نقش زنان در حماسہ عاشورا ص 182

(6) تنقیح المقال فی علم الرجال ج 3 ص 79 فصل النساء زنان عاشورائی ص 161 تاریخ یعقوبی ج 2 ص 243 تاریخ طبری ج 4 ص 318 بحار الانوار ج 45 ص 1 و 3 زینب کبری ص 19 اعلام النساء المومنات ص 381 بطلہ کربلا ص 20 ادب الطف ج 2 ص 242 نقش زنان در حماسہ عاشورا ص 182 جایگاہ بانوان در اسلام ص 284 سفینۃ البحار ج 1 294

(7)زنان مرد آفرین تاریخ ص 126 زینب بانوی قہرمان کربلا ص 69 و 172 مقتل الحسین مقرم، ص 449 اللہوف علی قتلی الطفوف ص 37 بلاغات النساء ج 20 ص 57 اعیان الشیعہ ج 7 ص 25 اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ج 5 ص 469 نفس المہموم ص 297 زیارات الشام ص 133 تاریخ امکان سیاحتی و زیارتی سوریہ ص 65 الارشاد ج 2 ص 116 اعلام الوری ص 247 پیام ہائے عاشورہ ص 118 جایگاہ بانوان در اسلام ص 285

امام سجادؑ کی شخصیت علمائے اہل سنت کی نظر میں

امام سجادؑ کی ذاتی شخصیت

یہاں پر ہم امام سجادؑ کی عظیم شخصیت کو اہل سنت کے بزرگان و علماء کے اقوال کی روشنی میں ذکر کرتے ہیں۔

زہری، ابو حازم، سعید ابن مسیب اور مالک:

ابن عماد حنبلی نے ان چاروں کے قول کو امام سجادؑ کے بارے میں ایسے نقل کیا ہے کہ:

قال الزهری ما رأیت أحدا أفقه من زین العابدین لکنه قلیل الحدیث وقال أبو حازم الأعرج ما رأیت هاشیا أفضل منه وعن سعید بن المسیب قال ما رأیت أورع منه وقال مالك بلغنی أن علی بن الحسین کان یصلی فی الیوم واللیلة ألف رکعة إلی أن مات وکان یسمی زین العابدین لعبادته

زہری نے کہا ہے کہ: میں نے کسی کو بھی زین العابدین علیہ السلام سے زیادہ فقیہ و عالم نہیں دیکھا، لیکن ان سے بہت کم روایات نقل کی گئیں ہیں۔ابو حازم نے کہا ہے کہ: میں نے کسی ہاشمی کو بھی امام سجادؑ سے بالاتر نہیں دیکھا۔سعید ابن مسیب سے نقل ہوا ہے کہ اس نے کہا ہے کہ: میں نے کسی کو بھی امام سجادؑ سے با تقوی تر نہیں دیکھا۔مالک نے بھی کہا ہے کہ: مجھے خبر ملی تھی کہ علی ابن حسینؑ مرتے دم تک دن رات میں ہزار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے، اور انکو کثرت عبادت کیوجہ سے زین العابدین کہا جاتا تھا۔

العکری الحنبلی، عبد الحہ بن إحمد بن محمد (متوفی 1089 ه۔)، شذرات الذہب فی إخبار من ذہب، ج 1 ص 105، تحقیق: عبد القادر الأرنؤوط، محمود الأرناؤوط، ناشر: دار بن کثیر ـ دمشق، الطبعة: الأولی، 1406ه۔ .

یعقوبی:

یعقوبی نے بھی اپنی تاریخ میں ایسے لکھا ہے کہ:

وكان أفضل الناس وأشدهم عبادة وكان يسمى زين العابدين وكان يسمى أيضا ذا الثفنات لما كان في وجهه من أثر السجود وكان يصلي في اليوم والليلة ألف ركعة ولما غسل وجد على كتفيه جلب كجلب البعير فقيل لأهله ما هذه الآثار قالوا من حمله الطعام في الليل يدور به على منازل الفقراء. قال سعيد بن المسيب ما رأيت قط أفضل من علي بن الحسين.

وہ اپنے زمانے کے تمام لوگوں سے بالا و برتر تھے اور ان میں سب سے زیادہ عبادت کرنے والے تھے، اسی وجہ سے ان کو زین العابدین کہا جاتا تھا اور اسی طرح سے انکو ذا الثفنات بھی کہا جاتا تھا، کیونکہ انکی پیشانی پر سجدوں کے بہت آثار تھے اور وہ دن رات میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے اور ان کی شہادت کے بعد جب ان کو غسل دیا جا رہا تھا، تو انکے کندھوں پر زخم کے نشانات تھے۔ جب انکے گھر والوں سے پوچھا گیا کہ یہ کندھوں پر نشانات کیسے ہیں ؟ تو جواب دیا گیا کہ راتوں کو فقراء و ضرورت مندوں کے لیے روز مرہ کی ضروریات زندگی کی اشیاء اٹھانے کی وجہ سے یہ نشانات پڑے ہیں۔ سعید ابن مسیب نے کہا ہے کہ : میں نے کسی کو بھی علی ابن حسین سے برتر نہیں دیکھا۔

اليعقوبي، ج 2 ص 303 ،إحمد بن إبي يعقوب بن جعفر بن وهب بن واضح (المتوفى 292ھ-)، تاريخ اليعقوبي، ناشر : دار صادر –بيروت .

ابو نعیم اصفہانی :

ابو نعیم اصفہانی نے ایسے لکھا ہے کہ :

علي بن الحسين بن علي بن أبي طالب رضي الله تعالى عنهم زين العابدين ومنار القانتين كان عابدا وفيا وجوادا حفيا.

علی ابن الحسین، امام سجاد علیہ السلام عبادت کرنے والوں کی زینت اور عابد لوگوں کے لیے ایک علامت و نشان تھے۔ وہ ایک عابد، وعدے کے پابند اور شرف و وقار کے ساتھ چلنے والے انسان تھے۔

الأصبهاني، إبو نعيم إحمد بن عبد الله (المتوفى 430ھ-)، حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، ج 3 ص 133 ، ناشر : دار الكتاب العربي –بيروت، الطبعة: الرابعة، 1405ھ-. .ر

ابو الولید الباجی :

اس نے امام سجادؑ کی شخصیت کے بارے میں زہری کے قول کو نقل کرتے ہوئے ایسے لکھا ہے کہ :

حدثنا أبو الیمان أخبرنا شعیب عن الزهری قال حدثنی علی بن الحسین وکان أفضل أهل سنة وأحسنهم طاعة.

علی ابن الحسین میرے ساتھ کلام کیا کرتے تھے اور وہ سنت پر عمل کرنے والوں میں سب سے بہترین تھے اور ان میں سے سب سے زیادہ اطاعت گزار بندے تھے۔

الباجی، سلیمان بن خلف بن سعد ابو الولید (متوفی 474ھ-)، التعدیل والتجریح لمن خرج له البخاری فی الجامع الصحیح، ج 3 ص 956، تحقیق: د. إبو لبابة حسین، ناشر: دار اللواء للنشر والتوزیع –الریاض، الطبعة: الأولی، 1406ھ–1986م.

ابن ابی حازم :

بیہقی نے ابن ابی حازم سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :

قال ابن أبی حازم وهو من العلماء السلف: ما رأیت هاشمیاً أفضل من زین العابدین علی بن الحسین علیه السلام.

ابن ابی حازم نے کہا ہے کہ : میں نے کسی ہاشمی کو بھی علی ابن الحسین سے افضل و بالاتر نہیں دیکھا۔

البیهقی، إبو الحسن ظهیر الدین علی بن زید، الشهیر بابن فندمه (متوفی 565ھ-) لباب الأنساب والألقاب والأعقاب، ج 1 ص 13، دار النشر: طبق برنامه الجامع الکبیر.

ابن عساکر :

ابن عساکر شافعی نے بھی ان امام کے بارے میں لکھا ہے کہ :

وکان یسمی بالمدینة زین العابدین لعبادته.

وہ امام سجاد علیہ السلام شہر مدینہ میں زیادہ عبادت کرنے کی وجہ سے سجاد کہلاتے تھے۔

ابن عساکر الدمشقی الشافعی، إبی القاسم علی بن الحسن إبن هبة الله بن عبد الله، (متوفی 571ھ-)، تاریخ مدینة دمشق وذکر فضلها وتسمیة من حلها من الأماثل، ج 41 ص 379، تحقیق: محب الدین إبی سعید عمر بن غرامة العمری، ناشر: دار الفکر –بیروت –1995.

ابن خلکان :

ابن خلکان نے بھی حضرت امام سجاد سلام اللہ علیہ کے بارے میں ایسے لکھاہے کہ :

زين العابدين أبو الحسن على بن الحسين بن على بن أبي طالب عليه السلام أجمعين المعروف بزين العابدين گ هذا وهو أحد الأئمة الأثنى عشر ومن سادات التابعين قال الزهرى ما رأيت قرشيا أفضل منه.زين العابدين، ابو الحسن على ابن الحسين ابن على ابن ابيطالب معروف به زين العابدين گ وہ بارہ آئمہ میں سے ایک امام اور بزرگ تابعی تھے۔

زہری نے کہاہے کہ : میں نے کسی ہاشمی کو بھی ان (علی ابن الحسین) سے افضل نہیں دیکھا۔

إبن خلکان، ابو العباس شمس الدین إحمد بن محمد بن إبی بکر (المتوفی 681ه-)، وفیات الأعیان وإنباء إبناء الزمان، ج 3 ص 267، تحقیق احسان عباس، ناشر : دار الثقافة—لبنان

یحییٰ ابن سعید :

ابن سعد اور ابن عبد البر نے قول یحییٰ ابن سعید سے ایسے نقل کیاہے کہ :

حدثنا حماد بن زید عن یحییٰ بن سعید قال سمعت علی بن حسین وکان إفضل ہاشمی إدرکتہ.

یحییٰ ابن سعید نے نقل کیاہے کہ : میں نے علی ابن الحسین سے روایت کو سناہے اور میں نے جتنے بھی ہاشمیوں کو دیکھا تھا، وہ ان سب میں سے افضل و بالاتر تھے۔

البصری الزہری، محمد بن سعد بن منیع إبو عبد اللہ (متوفی 230ه-)، الطبقات الکبری، ج 5 ص 214، دار النشر : دار صادر— بیروت، طبق برنامہ الجامع الکبیر...

سعید ابن مسیب :

مزی اور ذہبی نے سعید ابن مسیب کے قول سے نقل کرتے ہوئے ایسے لکھاہے کہ :

قال رجل لسَعِيد بن المُسَيب : ما رأيت أحدا أورع من فلان. قال هل رأيت علی بن الحسين ؓ قال : لا ،

قال : ما رأيت أورع منه.

ایک بندے نے سعید ابن مسیب سے کہا کہ : میں نے فلاں شخص سے کسی کو با تقوی تر نہیں دیکھا۔ سعید ابن مسیب نے اس سے کہا: کیا تم نے علی ابن الحسینؑ کو دیکھا ہے ؟اس نے کہا: نہیں، سعید نے کہا: میں نے علی ابن الحسینؑ سے با تقوی تر کسی کو نہیں دیکھا۔

المزی، ابوالحجاج یوسف بن الزکی عبد الرحمٰن (متوفی 742 ھ-)، تہذیب الکمال، ج 20 ص 389 ، تحقیق: د. بشار عواد معروف، ناشر: مؤسسۃ الرسالۃ–بیروت، الطبعۃ: الأولی، 1400ھ–1980م.

ابن حجر:

ابن حجر مکی نے اپنی کتاب الصواعق میں امام سجادؑ کی عظیم شخصیت کے بارے میں ایسے لکھا ہے کہ :

وزين العابدين هذا هو الذی خلف أباه علما وزهدا وعبادة وكان إذا توضأ للصلاة اصفر لونه فقيل له فی ذلك فقال ألا تدرون بين يدی من أقف.

زین العابدین علم، زہد اور عبادت میں اپنے والد کے جانشین تھے اور جب وہ نماز کے لیے وضو کرتے تھے تو انکے چہرے کا رنگ زرد ہو جاتا تھا اور جب اس بارے میں ان سے سوال ہوا تو، انھوں نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں کس ذات کے سامنے کھڑا ہونے جا رہا ہوں ؟!

الہیثمی، ابوالعباس احمد بن محمد بن علی ابن حجر (متوفی 973ھ-)، الصواعق المحرقۃ علی اہل الرفض والضلال والزندقۃ، ج 2 ص 582 ، تحقیق: عبد الرحمٰن بن عبد اللہ الترکی –کامل محمد الخراط، ناشر: مؤسسۃ الرسالۃ –لبنان، الطبعۃ: الأولی، 1417ھ–1997م.

مزی اور ابن حجر:

اہل سنت کے دو علم رجال کے بزرگ علماء مزی اور ابن حجر نے مالک کے قول سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :

وَقَال ابن وهب، عن مالك: لم يكن فی أهل بيت رسول الله مثل علی بن الحسين.

مالک سے نقل ہوا ہے کہ اس نے کہا ہے کہ: رسول خدا کے اہل بیت میں کوئی فرد بھی علی ابن حسینؑ کی طرح کا نہیں تھا۔

المزی، ابوالحجاج یوسف بن الزکی عبد الرحمٰن (متوفی 742 ھ-)، تہذیب الکمال، ج 20 ص 387، تحقیق: د. بشار عواد معروف، ناشر: مؤسسة الرسالة–بیروت، الطبعة: الأولى، 1400ھ–1980م.

العسقلانی الشافعی، إحمد بن علی بن حجر ابو الفضل (التوفی 852ھ-)، تہذیب التہذیب، ج 7 ص 269، ناشر: دار الفکر – بیروت، الطبعة: الأولى، 1404–1984م.

ابن تیمیہ:

ابن تیمیہ حرّانی نے بھی امام سجادؑ کے بارے میں ایسے لکھا ہے کہ: وأما علی بن الحسین فمن کبار التابعین وساداتهم علما ودیناگ وکان من خیار أهل العلم والدین من التابعین. علی ابن الحسین بزرگ تابعین اور علم و دین کے لحاظ سے انکے بزرگوں میں سے تھے۔۔۔ اور وہ تابعین میں سے اہل علم و دین کے لحاظ سے برگزیدہ تھے۔

ابن تیمیہ الحرانی الحنبلی، ابوالعباس إحمد عبد الحلیم (متوفی 728 ھ-)، منہاج السنة النبویة، ج 4 ص 49، تحقیق: د. محمد رشاد سالم، ناشر: مؤسسة قرطبة، الطبعة: الأولى، 1406ھ-

امام سجادؑ کی ہیبت اور فرزدق شاعر کے اشعار:

امام سجادؑ کے حج کرنے اور انکی ہیبت کا واقعہ شیعہ و سنی کی کتب تاریخ میں بہت مشہور ہے۔

تنوخی اور ابن سمعون نے اس داستان کو ابوالفرج اصفہانی کے قول سے ایسے نقل کیا ہے کہ:

قال أبو الفرج الأصبهانی: حدثنی بن محمد بن الجعد ومحمد بن یحیی قالا: حدثنا محمد بن زکریا العلائی قال: حدثنا ابن عائشة قال: حج هشام بن عبد الملك فی خلافة الولید أخیه ومعه أهل الشام فجهد أن یستلم الحجر فلم یقدر من ازدحام الناس، فنصب له منبر فجلس علیه ینظر إلى الناس، فأقبل زین العابدین علی بن الحسین رضی الله عنهما، وهو أحسن الناس وجهاً، وانظفهم ثوباً؛ وأطیبهم رائحة، فطاف بالبیت فلما بلغ الحجر تنحى الناس کلهم له وأخلصوا الحجر یستلمه، هیبة له وإجلالاً، فغاض ذلك هشاماً

وبلغ منه، فقال رجل لهشام: من هذا أصلح الله الأمير؟ قال: لا أعرفه، وكان به عارفاً، ولكنه خاف أن يرغب فيه أهل الشام ويسمعوا منه. فقال الفرزدق، وكان لذلك كله حاضراً: أنا أعرفه فسلني يا شامي من هو، قال: ومن هو؟ قال:

هذا الذي تعرف البطحاء وطأته والبيت يعرفه والحل والحرم

هذا ابن خير عباد الله كلهم هذا التقي النقي الطاهر العلم

ہشام ابن عبد الملک اپنے بھائی کے دور خلافت میں اہل شام کے کچھ لوگوں کے ساتھ حج پر گیا۔ وہاں پر موجود لوگ حجر اسود کو بوسہ دینا چاہتے تھے، لیکن بہت زیادہ رش کی وجہ سے ایسا نہ کر سکے۔ ہشام کے لیے اس جگہ ایک منبر لگایا گیا اور وہ اس پر بیٹھ کر لوگوں کو دیکھنے لگا۔ اتنے میں امام سجادؑ بھی وہاں پر آ پہنچے۔ وہ خوبصورتی کے لحاظ سے، سب سے زیادہ خوبصورت اور پاکیزگی کے لحاظ سے، انکا لباس پاک ترین لباس تھا۔ وہ خانہ کعبہ کا طواف کرتے کرتے جب حجر الاسود کے نزدیک پہنچے تو ایک دم سے سب لوگ ایک طرف ہوگئے اور حجر اسود کو امام کے لیے خالی کر دیا، تاکہ وہ اس پتھر کو ہاتھ سے مس کر سکیں۔ امام کی بزرگی اور ہیبت بہت زیادہ تھی۔ ہشام نے جب امام کی اس جلالت و عظمت کو دیکھا تو بہت غصے میں آ گیا۔ ایک بندے نے کہا اے امیر یہ کون ہے؟ ہشام نے امام کو جاننے کے باوجود کہا: نہیں میں اسکو نہیں جانتا۔ اس بات کو فرزدق شاعر کھڑا سن رہا تھا، اس نے ہشام سے کہا: میں اس (امام) کو جانتا ہوں۔ اے شامی ادھر آؤ مجھ سے پوچھو کہ وہ کون ہے۔ شامی نے فرزدق سے پوچھا، وہ کون ہے؟ اس موقع پر فرزدق نے اپنے اشعار میں اس شامی کو جواب دیا:

1- یہ وہ شخص ہے کہ جس کو مکہ کی سرزمین جانتی ہے، حتی اسکے پاؤں کے نشان کو بھی یہ زمین جانتی ہے، خانہ کعبہ، مدینہ کے صحرا، حلّ اور حرم تمام اسکو جانتے ہیں۔

2- یہ خداوند کے بہترین بندگان کا بیٹا ہے، یہ وہی پرہیزگار اور پاکیزہ انسان ہے کہ جو زمین پر خداوند کی آیت و علامت ہے۔

البغدادي، إبو الحسين محمد بن إحمد بن إسماعيل بن عنبس (متوفي 387 ھ-)، إمالي ابن سمعون، ج 1 ص 8، طبق برنامه الجامع الكبير.

التنوخي، إبو علي المحسن بن علي، (متوفي: 384ھ-)، المستجاد من فعلات الأجواد، ج 1 ص 303، طبق نرم افزار الجامع الكبير..

نتیجہ مطالب:

حضرت سجاد امام زین العابدینؑ کے ذاتی اور اخلاقی فضائل و کمالات اتنے زیادہ ہیں کہ ان سب کو اس مختصر تحریر میں بیان نہیں کیا جاسکتا، لیکن پھر بھی اس تحریر میں نمونے کے طور پر امام کی عظیم شخصیت کو اہل سنت کے بزرگ علماء کے اقوال کی روشنی میں ذکر کیا گیا ہے۔ اس لیے کہ کمال یہ نہیں ہوتا کہ اپنے اور چاہنے والے ہی ایک انسان کے فضائل کو بیان کریں، بلکہ کمال یہ ہے کہ انسان کے مخالف نہ چاہتے ہوئے بھی اس انسان کے کمالات کو بیان کریں۔

الٰہی امتحانات کا طریقہ

مرحوم آیت اللہ خوشوقت نے اپنے ایک درسِ اخلاق میں "الٰہی امتحانات کا طریقہ" بیان فرمایا

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم «وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ.«

»اور ہم تمہیں آزمائیں گے کبھی خوف سے، کبھی بھوک سے، کبھی مال، جان اور پھلوں کی کمی سے، اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دو۔ وہ لوگ کہ جب ان پر مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں: بے شک ہم اللہ کے ہیں اور اسی کی طرف پلٹنے والے ہیں.«

صبر کے بغیر انسان خدا کا محبوب نہیں

امام سجاد علیہ السلام نے جو صفات ایک کامل اور محبوب انسان کے لیے بیان فرمائی ہیں، ان میں سے ایک اہم صفت صبر ہے۔

جس کے اندر صبر نہیں، وہ خدا کا محبوب نہیں ہو سکتا۔ صبر نہ ہونے کی وجہ سے انسان کئی غلط کاموں میں پڑ جاتا ہے۔ صبر اور رضا دونوں ساتھ ہونے چاہئیں۔ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: «الصبر من الإیمان کالرأس من الجسد» "صبر کا ایمان سے وہی رشتہ ہے جو جسم سے سر کا ہوتا ہے۔"

اگر سر نہ ہو تو جسم زندہ نہیں رہ سکتا، اسی طرح اگر صبر نہ ہو تو ایمان بھی بے جان ہو جاتا ہے۔

لہٰذا صبر ایسی قوت ہے جو ہر انسان کی زندگی کے لیے ضروری ہے؛ چاہے وہ مومن ہو یا کافر، امیر ہو یا غریب، زمین پر رہنے والا ہر شخص اس کے بغیر نہیں رہ سکتا۔

البتہ لوگوں کے مسائل اور مصیبتیں ایک دوسرے سے مختلف ہو سکتی ہیں، لیکن آزمائش سب کو آتی ہے۔

صبر کے بغیر مقامِ الٰہی نہیں ملتا

اللہ تعالیٰ نے پیغمبر اکرم ﷺ کو فرمایا: "صبر کرو، لیکن یاد رکھو کہ صبر کی طاقت جو تمہارے پاس ہے، وہ اللہ ہی نے دی ہے" ﴿وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ

جو لوگ سماج میں رہ کر دوسروں کی رہنمائی کرتے ہیں، انہیں زیادہ صبر کی ضرورت ہوتی ہے، کیونکہ وہ زیادہ مشکلات اور اعتراضات کا سامنا کرتے ہیں۔

انبیاء اور اوصیاء کو اسی لیے ایمانِ قوی عطا ہوا کہ وہ زیادہ صبر کے ساتھ امتحانات برداشت کر سکیں۔

اللہ نے فرمایا: «إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ» "بے شک جو لوگ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے اور پھر اس پر ثابت قدم رہتے ہیں، ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور انہیں خوشخبری دیتے ہیں کہ ڈرو نہیں، غم نہ کھاؤ، تمہیں جنت کی بشارت ہے۔"

اگر صبر نہ ہو تو استقامت ممکن نہیں۔ زبان سے تو کہا جا سکتا ہے کہ "ہم اللہ کو مانتے ہیں"، مگر جب دل چاہے تب مانیں اور جب نہ چاہے تب بھلا دیں، یہ ایمان نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ خدا ہر جگہ ہے: خوشی میں بھی، غمی میں بھی، دولت میں بھی، تنگدستی میں بھی، صحت میں بھی، بیماری میں بھی۔

یہ سوچ غلط ہے کہ جب مال ہو تو خدا ہے اور جب غریب ہو جاؤ تو خدا نہیں۔ خدا ہر حال میں موجود ہے۔

صبر: کافر، مومن، امیر اور غریب سب کے لیے ضروری ہے

مشکلات زندگی میں آتی رہتی ہیں۔ ایمان کی وجہ سے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان حرام کام یا ناجائز روزگار قبول نہیں کرتا۔ لیکن اس کے نتیجے میں وقتی طور پر آمدنی کم ہو جاتی ہے۔ ایسے وقت میں صبر ضروری ہے۔ یہ درست نہیں کہ جیسے ہی آمدنی کم ہوئی، فوراً حرام کام کی طرف بڑھ جائے تاکہ زیادہ پیسہ حاصل ہو۔

اگر کوئی ایسا کرے تو گویا اس کا ایمان یہ ہے کہ جب مال ہو تو خدا ہے، اور جب فقر ہو تو خدا نہیں! حالانکہ خدا ہر حال میں موجود ہے۔

اسی لیے امتحان آتا ہے۔ حالات ہمیشہ ایک جیسے نہیں رہتے۔ کبھی مال، فقر میں بدل جاتا ہے، کبھی فقر، مال میں۔ لیکن ہر حالت میں خدا پر ایمان ہونا ضروری ہے۔ انسان کو ہمیشہ اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ جو کام خدا نے منع کیا ہے، اسے ہر گز نہ کرے۔ یہی استقامت ہے اور استقامت کے لیے صبر ضروری ہے۔

خوف کا امتحان

اللہ تعالیٰ بندوں کو مختلف چیزوں سے آزماتا ہے، ان میں سے ایک "خوف" ہے۔ انسان ایسے حالات میں پڑتا ہے جہاں خوف غالب آتا ہے۔

بعض لوگ خوف کی وجہ سے غلط باتیں کہتے اور ایمان سے دور ہو جاتے، لیکن جو صبر کرتے، وہ اس امتحان میں کامیاب ہوئے۔

انسان کو ذمہ داری پوری کرنی چاہیے، چاہے خوف ہو۔ یہی اصل امتحان ہے۔ اور بہت سے لوگ اس امتحان میں کامیاب ہوئے، صبر کیا، استقامت دکھائی اور غلط راستے کی طرف نہیں گئے

کی طرف نہیں گئے۔

بھوک اور مہنگائی کا امتحان

دوسرا بڑا امتحان "بھوک، قحط اور مہنگائی" ہے۔ ایسے وقت میں اکثر لوگ خدا کو بھول جاتے ہیں۔ بعض لوگ پیٹ بھرنے کے لیے حرام کھانے پر تیار ہو جاتے ہیں، ظلم کرتے ہیں، دوسروں کا حق چھین لیتے ہیں۔ یہ سب ایمان اور صبر کی کمزوری ہے۔

اگر خدا پر یقین ہو تو انسان جانتا ہے کہ روزی کا حلال راستہ ضرور ہے۔ بس حلال کام کرنا چاہیے اور غلط بیانی یا ظلم سے بچنا چاہیے۔

کبھی امتحان اس وقت آتا ہے جب کوئی عزیز دنیا سے چلا جائے۔ بعض لوگ اس وقت خدا پر اعتراض کرتے ہیں: "یا رب! میرا بیٹا کیوں لے لیا؟" لیکن صبر کرنے والا کہتا ہے: یہ سب خدا کے فیصلے ہیں اور ہمیں اس دن کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ موت بھی ایک قدرتی حقیقت ہے، جیسے باقی حالات آتے ہیں۔

نعمتوں کا امتحان

کبھی اللہ نعمتوں میں بھی امتحان لیتا ہے۔ مثال کے طور پر کھیتی میں سردی یا اولے لگنے سے ساری فصل برباد ہو جاتی ہے۔ ایسے وقت میں صبر کرنے والا کہتا ہے: یہ سب اللہ کی طرف سے ہے۔ لیکن جو بے صبر ہو، وہ خدا سے ناراض ہو جاتا ہے۔

یہ وہی لوگ ہیں جن کے بارے میں قرآن کہتا ہے: «یعبدون اللہ علی حرف» "وہ اللہ کی عبادت ایک ہی طرف سے کرتے ہیں۔" یعنی جب حالات اچھے ہوں تو کہتے ہیں خدا ہے، لیکن جب مشکل آئے تو خدا کو بھول جاتے ہیں۔

دنیا میں ہمیشہ مشکلات اور آزمائشیں رہیں گی۔ اگر ہم صبر نہ کریں تو شیطان ہمیں سیدھے راستے سے ہٹا دیتا ہے۔ لیکن اگر صبر کریں تو تقویٰ اور ایمان باقی رہتا ہے۔

ہمیں چاہیے کہ اللہ کی مدد سے ہمیشہ صبر کا سہارا لیں، تقویٰ پر قائم رہیں، اور اپنی زندگی اس طرح گزاریں کہ ہم بھی راضی ہوں اور خدا بھی راضی ہو

ماہ جمادی الاول کے اعمال

کتاب "مفاتیح الجنان" میں شیخ عباس قمی نے ہر قمری مہینے کے پہلے دن کے اعمال کو روایات کی روشنی میں بیان کیا ہے۔ ان اعمال کا مقصد مؤمنین کے لیے برکت اور رحمتیں طلب کرنا ہے۔

اعمال

1 ہلال دیکھنے پر دعاؤں کا اہتمام: ہر نئے مہینے کی شروعات پر ہلال دیکھنے کے وقت مخصوص دعائیں پڑھنا مستحب ہے، جن میں سب سے اہم دعا "چالیسویں صحیفہ کاملہ" ہے۔

2 سورہ حمد کی تلاوت: اس دن سات بار سورہ حمد پڑھنا آنکھوں کے درد سے بچنے کے لیے مفید سمجھا جاتا ہے۔

3 پہلی رات کی نماز: پہلے مہینے کی پہلی رات دو رکعت نماز پڑھیں۔ ہر رکعت میں سورہ حمد کے بعد سورہ انعام پڑھیں اور اللہ سے دعا کریں کہ وہ آپ کو ہر خوف اور درد سے محفوظ رکھے۔

4 پہلے دن کی نماز: پہلے دن دو رکعت نماز پڑھیں۔ پہلی رکعت میں سورہ حمد کے بعد 30 بار سورہ توحید اور دوسری رکعت میں 30 بار سورہ قدر پڑھیں، پھر صدقہ دیں۔ ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ اس مہینے میں آپ کی صحت کی ضمانت دیتا ہے۔

نماز کے بعد کی دعائیں:

نماز کے بعد درج ذیل آیات پڑھیں:

بِسۡمِ اللهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیمِ، ﴿وَ مَا مِنۡ دَابَّةٍ فِی الۡأَرۡضِ إِلّا عَلَى اللهِ رِزۡقُهَا وَ یَعۡلَمُ مُسۡتَقَرَّهَا وَ مُسۡتَوۡدَعَهَا، کُلٌّ فِی کِتَابٍ مُبِینٍ﴾ بِسۡمِ اللهِ الرَّحۡمَنِ الرَّحِیمِ، ﴿وَإِنۡ یَمۡسَسۡكَ اللهُ بِضُرٍّ فَلا کَاشِفَ لَهُ إِلّا هُوَ، وَ إِنۡ یُرِدۡكَ بِخَیۡرٍ فَلا رَادَّ لِفَضۡلِهِ، یُصِیبُ بِهِ مَنۡ یَشَاءُ مِنۡ عِبَادِهِ، وَ هُوَ الۡغَفُورُ الرَّحِیمُ﴾ بِسۡمِ اللهِ الرَّحۡمَنِ الرَّحِیمِ، ﴿سَیَجۡعَلُ اللهُ بَعۡدَ عُسۡرٍ یُسۡراً﴾، ﴿مَا شَاءَ اللهُ لا قُوَّةَ إِلّا بِاللهِ﴾، ﴿حَسۡبُنَا اللهُ وَ نِعۡمَ الۡوَکِیلُ﴾، ﴿وَ أُفَوِّضُ أَمۡرِی إِلَى اللهِ، إِنَّ اللهَ بَصِیرٌ بِالۡعِبَادِ﴾،

﴿لا إِلَهَ إِلّا أَنْتَ، سُبْحانَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ الظّالِمِينَ﴾، ﴿رَبِّ إِنِّي لِما أَنْزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ﴾، ﴿رَبِّ لا تَذَرْنِي فَرْداً، وَ أَنْتَ خَيْرُ الْوارِثِينَ﴾

زمین پر کوئی بھی جانور ایسا نہیں ہے جس کی روزی اللہ پر نہ ہو۔ اللہ ہی اس کی رہائش اور پناہ گاہ کو جانتا ہے، اور یہ سب کچھ ایک واضح کتاب میں لکھا ہوا ہے۔

گر اللہ تمہیں کوئی نقصان پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اسے دور کرنے والا نہیں، اور اگر وہ تمہارے لیے کچھ بھلا چاہے تو اس کے فضل کو کوئی واپس نہیں کر سکتا۔ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے، اس کو عطا فرماتا ہے، اور وہ بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے۔

"بِسمِ اللهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم، "

اللہ ان شاء اللہ مشکل کے بعد آسانی دے گا۔ جو کچھ اللہ چاہے، وہی ہوتا ہے، اور طاقت کسی کی نہیں، سوائے اللہ کے۔" "اللہ ہمارے لیے کافی ہے،

اور وہ سب سے اچھا کارساز ہے۔" "میں اپنے کام کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں، بے شک اللہ اپنے بندوں کو دیکھتا ہے۔"
"تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک و منزہ ہے، میں یقیناً ظلم کرنے والوں میں سے ہوں۔

پروردگارا! میں اس خیر کا محتاج ہوں جو تو میرے لیے نازل کرے۔" "پروردگارا! مجھے اکیلا مت چھوڑ، تو بہترین وارث ہے۔"

سید بن طاووس کی دعا پہلی جمادی الاول کی شب

"کتاب اقبال الاعمال" میں سید بن طاووس نے ماہ جمادی الاول کے آغاز کے لیے ایک دعا ذکر کی ہے جس کا ایک حصہ پیش کیا جا رہا ہے:

اللهمَّ اَنتَ اللهُ وَ اَنتَ الرَّحمانُ الرَّحیمُ، وَ انتَ المَلِكُ القُدوُسُ، وَ انتَ (اللهُ) السَّلامُ المُومنُ، وَ انتَ المُهَیمِنُ، و انتَ العَزیزُ و انتَ الجَبّارُ، و انتَ المُتَكَبِّر، و انتَ الخالِقُ، و انتَ البارِیءُ، و انتَ المُصَوِّرُ، و انتَ العَزیزُ الحَكیمُ، و انتَ الاَولُ و الآخِرُ، و الظّاهِرُ و الباطِنُ، لَكَ الاَسماءُ الحُسنی. اَسالُكَ یا رَبِّ

بِحَقِّ هذِهِ الاَسماء، و بِحَقِّ اَسمائِكَ كُلِّها، اَن تُصَلّىَ عَلى مُحمدٍ و عَلى آلِ مُحمد، و آتِنا اللهُمَّ فِى الدُّنيا حَسَنَةً، وَفِى الآخِرَةِ حَسَنَةً، وَاختِم لَنا بِالسَّعادَةِ و الشَّهادَةِ فِى سَبيلِكَ، و عَرِّفنا بَرَكَةَ شَهرِنا هذا و يُمنَهُ، وَارزُقنا خَيرَهُ، وَاصرِف عَنّا شَرَّهُ، وَ اجعَلنا فِيهِ مِنَ الفائِزِينَ، و قِنا بِرَحمَتِكَ عَذابَ النّار، يا اَرحَمَ الرّاحِمين، اِنَّكَ عَلى كُلِّ شَىءٍ قَدير

✎ عالی جناب مولانا ولایت اسماعیل کشمیری

اھلسنت کے یہاں دشمنان اھلبیت سے دین لینا جایز ہے مگر دشمن صحابہ سے دین لینا ناجائز ...

ابن خراش *عبد اللہ بن شقیق* کی حالت زندگی میں لکھتا ہے (جسکو ابن حجر عسقلانی) نے بھی ((تھذیب التھذیب)) میں بیان کیا ہے کہ *عبد اللہ ابن شقیق* قابل اعتماد شخص ہے وہ عثمانی تھا اور حضرت علی سے بغض وکینہ رکھتا تھا

تھذیب التھذیب جلد 5 ص 223

نتیجہ: حضرت علی علیہ السلام سے بغض رکھنے والا ((ثقة)) ہے یعنی قابلِ اعتماد اور اس سے احادیث و دین بھی لیا جا سکتا ہے اصحاب کے عیب بیان کرنے والے سے دین لینا جایز نہی

احمد بن حنبل کہتا ہے کہ میں حسین بن حسن اشقر کو صادق ثقة سمجھتا ہوں اور اس سے احادیث نقل کرتا ہوں

عزیزان یہاں دقت کریں

احمد بن حنبل سے کہا جاتا یے کہ حسین بن حسن اشقر نے ابو بکر و عمر کے عیبوں کے متعلق حدیث نقل کی ہیں اور ایک chapter تیار کیا ہے

احمد بن حنبل کہتا ہے

پس حسین بن حسن اشقر اس قابل نہی ہے کہ اس سے احادیث نقل کی جائیں

تھذیب التھذیب جلد 2 ص 291

نکتہ: احمد بن حنبل نے پہلے حسین بن حسن اشقر کو صادق کہا اور اس سے احادیث بھی لیتا تھا

لیکن جب سنا کہ وہ ابو بکر و عمر کے عیب اور مثالب بیان کرتا ہے تو کہا کہ وہ (حسین بن حسن اشقر) اس قابل نہی کہ اس سے احادیث نقل کی جایيں !!!

یہی سے اپ اندازہ لگایں کہ فقط ابو بکر و عمر کے عیب لکھنے پر راوی کو چھوڑا جاتا ہے تو کیسے یہ توقع رکھ سکتے ہیں کہ علماء اھلسنت اپنی کتب میں فاطمہ زھرا سلام اللہ علیھا کے قاتلین کا نام بیان کریں اور غصبِ فدک و دروازہ جلانے کے حقائق کو صراحت کے ساتھ بیان کریں؟؟ !

نتیجہ : اھلبیت کے دشمنوں سے کہ جو علی سے بغض رکھے

ان سے دین لینا جایز ہے

مگر ابو بکر و عمر کے عیب بیان کرنے والے شخص سے دین لینا حرام !!!

اسی طرح جب ہم. سیکھتے ہیں کہ مبنایے رجال اھلسنت کیا ہے تو دیکھتے ہیں کہ وہ اپنی مرضی کے مالک ہیں جب چاہیں کسی راوی کو ثقۃ (یعنی اس قابل کہ اس سے دین لیا جایے) قرار دیتے ہیں اور جب چاہیں تو اسی راوی کو غیر ثقۃ قرار دیتے ہیں صراحت کے ساتھ خود بغیر کسی شرم کے بیان بھی کرتے ہیں کہ "جب چاہو تو راوی کو چھوڑو اور جب چاہو تو اس کے ذریعہ سے احتجاج کرو جیسے اھلسنت کے امام احمد بن حنبل کہتے ہیں.. الشیبانی کہتا ہے سَمِعت أَحْمد ذكر لَهُ عَمْرو بن شُعَيْب فَقَالَ أَصْحَاب الحَدِيث إِذا شَاءُوا احْتَجُّوا بِهِ وَإِذا [شَاءُوا تَرَكُوهُ].

شیبانی کہتا ہے کہ میں نے احمد بن حنبل سے سنا کہ اس کے سامنے عمرو شعیب کا نام لیا گیا تو احمد بن حنبل نے کہا

اصحابِ حدیث جب چاہیں اس کے ذریعہ سے احتجاج کریں (یعنی اس سے دین لیں اور اسکی روایت قبول کریں) اور جب شائیں اسکو چھوڑ دیں (یعنی جہاں لگے کہ راوی اپنے ہی مذھب پر کلہاڑی مار رھا ہے تو اس کو چھوڑیں

الشیبانی، إحمد بن محمد بن حنبل إبو عبد اللہ (متوفای 241ھ-)، سؤالات إبي داود للإمام إحمد بن حنبل فی جرح الرواة وتعديلهم، ص 230، المحقق: د. زياد محمد منصور، الناشر: مكتبة العلوم والحكم - المدينة المنورة، الطبعة: الأولى، 1414 ھ.

منقبت

عالی جناب مولانا مرزا اظہر عباس سانکھنوی

فاضل جامعہ بیت العلم

ظلم کے سامنے یوں سر کو اٹھا رکھا ہے
عشق سجاد کہ سینے میں بسا رکھا ہے۔

عید زہرا کا سبب جس کا تبسم ٹھہرا
اس کی آمد کے لئے جشن ولا رکھا ہے۔

عظمت سید سجاد کے آگے دیکھو
اپنا سر خانہ کعبہ نے جھکا رکھا ہے۔

ظلم کے سامنے تسلیم وہی ہے جس نے
اسوۂ سید سجاد بھلا رکھا ہے۔

اہل دربار جسے کہتے تھے کیا بولے گا
اس نے الفاظ کو تلوار بنا رکھا ہے۔

خطبہ سید سجاد سے تھم جائے گا۔
شور جو اہل حکومت نے مچا رکھا ہے۔

کیا ضرورت ہے کہ تلوار اٹھائی جائے۔
جب کہ خطبوں نے ہی طوفان اٹھا رکھا ہے۔

اتنی ہمت ہے کہاں جو کرے بیعت کا سوال
دبدبہ سینہ باطل میں بنا رکھا ہے۔

حیلہ گر اہل امیہ کے پریشاں ہیں بہت
ایک قیدی نے حکومت کہ ہلا رکھا ہے۔

نہ تھا تلوار اٹھانے کا جو میدان تو پھر
اسلحہ اس نے دعاؤں کو بنا رکھا ہے۔

کس میں ہمت ہے جو روکے گا جلوس سرور

پرچم حضرت عباس اٹھا رکھا ہے۔

نام سجاد کا مضبوط سہارا لے کر

اک دیا زد پہ ہواؤں کی جلا رکھا ہے

ذمہ داری کا سبق سید سجاد سے لو

قید خانے کو بھی سجدوں سے سجا رکھا ہے۔

یہ بن حیدر کرار کا ہے کام فقط

قیدی ہوتے ہوئے اسلام بچا رکھا ہے۔

منقبت

عالیجناب مولانا شہزاد زیدی نجفی [پھنڈیڑوی]

[1]

نام زینب ھے میرا شہ کی عزادار ہوں میں

بعد عباس کے لشکر کی علمدار ہوں میں

ظلم کے واسطے ایک بولتی تلوار ہوں میں

ہر ستمگر کے لیے حیدر کرار ہوں میں

غیظ میں آؤں تو میں تجھ کو دیکھا سکتی ہوں

تیرے ہی گھر تجھے دھول چٹا سکتی ہوں

[۲]

میرے بابا نے بڑے پیار سے پالا مجھکو

ہو بہو اپنے ہی سانچے میں ھے ڈھالا مجھکو

آپنی آنکھوں کا بھی کہتے تھے اُجالا مجھکو

لڑکھڑاتے ہوئے بچپن میں سنبھالا مجھکو

تجھ کو یہ بات بتانے کے لیے آئی ہوں

تیری نسلوں کو ڈرانے کے لیے آئی ہوں

[3]

اب کبھی چین سے تو دیکھ نہ رہ پائے گا

آپنے حالات کیسے جا کے تو سنائے گا

تیرا بیٹا بھی تجھے اپنا نہ کہ پائے گا

سن لے تو ہم سے کہیں بچ کے نہ جا پائے گا

ایسا ماحول بنا کر میں چلی جاؤنگی

لعنتیں تجھ پہ کرا کر میں چلی جاؤنگی

[4]

تو سمجھتا تجھے موت نھیں آئے گئ

تیری اولاد بھی تجھکو نہ بچا پائے گئ

نید آنکھوں سے تیری ایسے چلی جائے گئ

سونا بھی چاہئے گا تو نید نھیں آئے گئ

خوف دل میں تیرے ایسا میں بٹھا جاؤنگی

تیرے دربار کو خطبوں سے ہلا جاؤنگی

[5]

مجھکو ہی باپ کی زینت بھی کہا جاتا ھے

اور سجاد کی ہمّت بھی کہا جاتا ھے

دینِ اسلام کی عظمت بھی کہا جاتا ھے

کربلا والوں کی قوت بھی کہا جاتا ھے

مختصر یہ ھے کے قرآن کی تفسیر ہوں میں

ایک ہی وقت میں غازی بھی ہوں شبیر ہوں میں

[6]

میرے ہی دم سے ھے دنیا میں اُجالا اب تک

ورنہ چھا جاتا زمانے میں آندھرا اب تک

تیرا تو نام کسی نے نہ پکارا اب تک

سر کٹا کر میرا ما جایا ھے زندہ اب تک

تیرے چہرے سے یہ لگتا ھے تو گھبرایا ھے

موت کا یکھ پسینہ بھی تجھے ایا ھے

[7]

دیکھ تو ہم کو مٹا کر نہ مٹا پائے

ہم کو ہی پائے گا جس سمت بھی تو جائے گا

آ پنے اجداد کا بھی نام نہ لے پائے گا

اس قدر خوف تو کھائیگا کہ تھرّائے گا

لوٹ کے شام سے جب کرب بلا جاؤ نگی

فرش مجلس کا تیرے گھر میں ہی بچھواؤ نگی

[8]

یہ تیری خام خیالی تھی کہ مٹ جائیں گے

ہم تو مر کے بھی زمانے میں ہی چھا جائیں گے

نام دنیا سے تیرا ایسے مٹا جائیں گے

لعنتی تو ھے زمانے کو بتا جائیں گے

ذکر اب دیکھنا ہر لب پہ ہمارا ہو گا

تو ذلیل ابن ذلیل ھے یہی نعرہ ہو گا

[9]

نام آتا ھے تیری ماں کا جگر خاروں میں

باپ شامل تھا تیرا قوم کے غداروں میں

تو جلا آتا اگر دیں کے فداکاروں میں

لعنتیں تجھ پہ نھیں ہوتیں یو بازاروں میں

اب تو چہرا بھی تو اپنا نہ چھپا پائے

لعنتیں دہر میں ہر ایک جگہ کھائے گا

[10]

تیرے دربار میں اب بن کے قضا جھاؤنگیٗ

تیرا سب چین سکوں چھین کے لے جاؤنگی

تیرے اجداد پہ لعنت بھی میں کرواؤنگی

تو سمجھتا ھے تیرے لہجے سے ڈر جاؤنگی

غور سے دیکھ لے شبیر کی ہمشیر ہوں میں

تیرے دربار میں اب بولتی شمشیر ہوں میں

[11]

خطبہ کچھ اس طرح زینب نے سنایا شہزاد

گھر میں ظالم کے ہی ظالم کو ہرایا شہزاد

موت کیا ہوتی ہے اس کو یہ دکھایا شہزاد

ظلم کی آنکھوں میں ڈر ایسا بٹھایا شہزاد

خوف سے دیکھنا ہر دور میں تھرائے گا

نام جب ثانئ زہراء کا لیا جائے گا

اعلیٰ دینی و عصری تعلیمی درسگاہ

स्थायी मान्यता प्राप्ति वर्ष 2014

(राजकिय मान्यता प्राप्त)

मदरसा बैतुल इल्म

جامعہ بیت العلم

फन्देड़ी सादात जिला अमरोहा उ०प्र०

پھندیڑی سادات ضلع امروہہ یوپی انڈیا

JAMIA BAITUL ILM

Vill. & Post. PHANDERI SADAT, DISTT. AMROHA (U.P.)-244231

Mob.: 9758969866, 9927422301

بانی و نگراں مولانا سید غلام رضا زیدی